ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

قادری صوفیاءؒ کے ہاں تعلیم وتربیت کے اصول کا تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of the Principles of Education and Training Among Qādrī Ṣūfī Masters

سید عبید الرحمٰن عابد: پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر
پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی: ڈین، فیکلٹی آف عریبک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر
ڈاکٹر محمد اشفاق: صدر شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر

Abstract

This article explains the principles of education and moral guidance according to Qadiri Sufis. It discusses the meaning of principles, the importance of principles in education and training, the difference between the education of Sufi saints and that of external scholars, and the educational and moral guidance principles of Qadiri Sufi saints. Specifically, it highlights the five principles of Sheikh Abdul Qadir Jilani and the additional six principles derived from the teachings of other Qadiri Sufi saints. Explaining these principles is necessary because Allah's creation is based on principles. If the natural world were to deviate from these principles, everything would be destroyed. Similarly, in the matter of education and moral guidance, certain principles and rules have been established. Without principles, society would decline. Education and moral guidance experts have emphasized the importance of following principles to make educational and moral guidance efforts effective. In reality, their seriousness in this matter is based on a deep understanding of the facts and a sense of responsibility for the future. Many institutions that were established without principles and rules have become obsolete. On the other hand, institutions that were established with clear principles and rules have continued to grow and thrive. Similarly, the Qadiri Sufi saints' adherence to principles in education and training has contributed to the enduring success and reputation of their order and institutions. The article concludes that the Qadiri Sufi saints' emphasis on principles has ensured the long-term success and reputation of their institutions. By following these principles, their institution. By following these principles, their institutions have continued to grow and thrive, and their order has maintained its reputation and influence.

Keywords: *Taleem, Tarbi'yat, Qadiri, Sufi'ya, Usool, Zahir, Batin*

تمہید

کوئی بھی تحریک یا سلسلہ بغیر اصولوں کے پائیداری حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے سلسلہ قادریہ نے اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے تعلیم وتربیت کے کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔ اصول جمع ہے اور اس کی واحد "اصل" ہے۔ اصول سے مراد ایسے قواعد وضوابط ہیں جو احکام و فرامین کے رائج کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ "المعجم الوسیط" میں "اصل کا معنٰی بنیاد، جڑ[1] بیان کیا گیا ہے۔ اور "اظہر

[1] المعجم الوسیط، ابراہیم بن مصطفیٰ وغیرہ، مترجمین: ابن سرور محمد اویس، عبدالنصیر علوی، (مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء)، ص: ۴۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اللغات"میں اصل کے معنیٰ کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اصل عربی زبان کا لفظ ہے اور مؤنث ہے۔ اس کا معنیٰ جڑ، بنیاد، مادہ ماخذ، نسب، بے میل، زَر کُل، پونجی اور ذات[1] ہے۔ اَلاُصُولُ کے معنیٰ المعجم الوسیط کے مطابق قواعد۔ اصُولُ العُلُوم، وہ قاعدے جن پر احکام مرتب کئے جائیں[2] بیان کیے گئے ہیں۔ اور اظہر اللغات میں کہا گیا ہے کہ اصول عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ اصل کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ قاعدے[3] بھی ہے۔

تعلیم وتربیت میں اصول کی اہمیت

اصولوں کے بغیر قائم کیا گیا تعلیمی و تربیتی نظام کبھی بھی دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا، تعلیم وتربیت میں نقص سرکشی کا سبب ہے۔ جیسے ابلیس کی تربیت فرشتوں نے کی، اس کی تعلیم و تربیت میں کہیں نقص رہ گیا جس کی وجہ سے اسے اللہ رب العزت کی کمال معرفت حاصل نہ ہو سکی جس کے نتیجے میں وہ اللہ رب العزت کے حکم سجدہ کا انکار کر بیٹھا اور تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہو گیا۔ جبکہ اس کے برعکس حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم وتربیت پروردگارِ عالم نے خود فرمائی، اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ جب اللہ رب العزت کے منع کرنے کے باوجود بوجہ نسیان حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت کا میوہ کھا لیا تو جنت سے نکال دیئے جانے کے باوجود اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تکبر نہیں کیا، اپنی نسیان پر نادم ہوئے اور تین سو سال تک تسلسل کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے ہوئے خون کے آنسو بہائے۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کی اس عاجزی کو پسند فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عاجزی میں الٰہی تعلیم وتربیت کے اثرات نمایاں نظر آرہے ہیں۔

تعلیم وتربیت کی کمی کی وجہ سے ہی معاشروں میں انحطاط رونما ہوتا ہے، تعلیم وتربیت کی کمی ہی ملک وملت کی بنیادوں کو کمزور کر دیتی ہے، تعلیم وتربیت میں کمی بے راہ رو معاشرہ کا سبب ہے، تعلیم وتربیت کی کمی کی وجہ سے ہی انسان اپنے عظیم الشان منصبِ خلافت سے دور ہو جاتا ہے اور یہ تعلیم وتربیت کی کمی ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اقوام تنزلی کا شکار ہو کر تربیت یافتہ اقوام کی غلامی میں چلی جاتی ہیں۔

جب اصول ہائے تعلیم وتربیت کو اختیار کر کے تعلیم وتربیت کا فریضہ سرانجام دیا جائے تو اس کے نتائج بھی بہتر اور تعمیری برآمد ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ہمارے سامنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگیاں ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی کامل نمونہ حیات ذات سے تعلیم وتربیت حاصل کر کے تیس سال تک قابلِ فخر خلافتِ راشدہ کو جاری رکھتے ہوئے اس کو نبوی ﷺ بشارت کے مطابق کما حقہ سرانجام دیا۔

---

[1] اظہر اللغات (اردو)، الحاج محمد امین بھٹی، الحاج محمد ثقلین بھٹی (اظہر پبلشرز، لاہور، ط ن، س ن)، ص:۴۵

[2] المعجم الوسیط، ص: ۴۵

[3] اظہر اللغات (اردو)، ص:۴۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

جب تک ہمارے اسلاف علماء و مشائخ صوفیائے عظام نے اپنا دستِ شفقت اربابِ اقتدار کے سروں پر رکھے رکھا تب تک ہمارے اربابِ اقتدار بہتر اصول جہانبانی کے ساتھ برسرِ اقتدار رہے اور اسلام کا جھنڈا پورے عالَم پر لہراتا رہا اور اسلام کا دبدبہ پوری آب و تاب کے ساتھ قائم و دائم رہا۔

صوفیاء کرام کی تعلیم اور علماء ظاہر کی تعلیم میں فرق

صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کی تعلیم اور علماء ظاہر کے تعلیمی و تربیتی اصولوں میں کافی فرق ہے۔ علماء ظاہر کا مطمع نظر ظاہری بدن کی تطہیر ہے جبکہ صوفیاء کرام علیہم الرحمہ کا اصول "باطن" کی اس انداز میں اصلاح کرنا ہے کہ اس کا اثر ظاہر میں بھی نمایاں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ سے سوال کیا کہ آپؒ کی تعلیم اور ہماری تعلیم میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: آپ کی تعلیم اور ہماری تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ آپ جس وقت اپنے شاگردوں کو سبق دیتے ہیں تو "انا - نحن" وغیرہ صَرف کی گردانوں میں مشغول کرتے ہیں، جس وقت وہ "اَنا" کو پکا کر تکمیل کو پہنچتے ہیں تو وہ اپنی انانیت کو ثابت کر لیتے ہیں۔ اسی "اَنا" سے اپنی ہستی کو حقیقی سمجھ بیٹھتے ہیں، اور اپنے سوا ہر کسی کو ہیچ تصور کرتے ہیں۔ اس لئے وہ آپ کو چھوڑ جاتے ہیں، اور اپنی انانیت میں مصروف رہتے ہیں، یہی حال تمام علماء ظاہر اور ان کے شاگردوں کا ہے۔

اور جس وقت ہم اپنے ارادتمندوں کو سبق دیتے ہیں تو ابتداء میں کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرتے ہیں، یعنی "لا" سے شروع کرواتے ہیں کہ سوائے ذاتِ حق کے ہر ایک چیز کی نفی کرو، کہ ذاتِ حق موجود ہے، اور ہم تم سب ہیچ در ہیچ اور نیست و نابود ہیں، جب وہ اس سبق میں لگتے ہیں تو وہ اپنی ذات کو فنا کر کے ذاتِ حقیقی سے بقاء حاصل کرتے ہیں، اور دنیا کے علائق کو چھوڑ کر یہیں پڑے رہتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصود اسی جگہ سے حاصل ہوا ہوتا ہے، لہذا وہ وسیلہ حقانی کو ترک نہیں کر سکتے، اور یہی حال تمام صوفیائے کرام کے مریدوں کا ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا سبق ہست و بود سے شروع ہوتا ہے، اور ہمارا سبق نیست و نابود سے، آخر ان دونوں کے نتائج ظاہر ہو جاتے ہیں۔[1]

ہم صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کی تعلیمات کو اصولی طور پر ایک حد تک ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ مشاہداتِ حق پر مبنی یہ علمِ حق مکمل طور پر ہماری عقل کی گرفت میں نہیں آسکتا۔ عام طور پر جب بھی ہم عقل کا استعمال کرتے ہیں تو اس میں ہماری تنگ نظری کو زیادہ دخل حاصل ہوتا ہے۔ اس تنگ نظری کا نتیجہ ہمارے سامنے یوں آتا ہے کہ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں یہ علم پیٹ کا دھندہ بن جاتا ہے اور اللہ کی مخلوق میں نفرت پیدا کر کے جھگڑے اور فساد کا باعث بنتا ہے۔ دلیل، بحث و مباحثہ سے اپنے فرقہ کو دوسرے کے فرقہ سے برتر ثابت کیا جاتا ہے اور یوں لوگ اپنے مذہب سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

یہ علم انفرادی سطح پر بھی کبھی حق کے حصول میں رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کے اندر چھپی ہوئی انانیت کو ابھارتا ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور پھر یہ بندے اور اللہ کے درمیان بہت بڑے حجات کی صورت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔[2]

---

[1] شریف التواریخ، شریف احمد شرافت نوشاہی، (ادارہ معارفِ نوشاہیہ ساہن پال شریف، گجرات، پاکستان، ط اول، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء)، ص:۱/ ۱۰۰۵، ۱۰۰۶

[2] شمس الفقراء، سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن، (سلطان الفقر پبلی کیشنز، لاہور، ط اول، دسمبر ۲۰۱۲ء)، باب ۳۷، ص: ۷۹۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

مشائخ قادریہ کے تعلیمی وتربیتی طریقے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادریؒ لکھتے ہیں کہ طالبان حق کی رشد وہدایت اور ان کی تعلیم وتربیت کے باب میں مشائخ طریقت کے دو طریقے مروج ہیں:

۱۔ بعض ابتدا ہی میں مرید (طالبعلم) کی عادات و طبعی مرغوبات، سابقہ طور طریق یکدم چھڑا کر ان کو راہ حق دکھاتے اور رشد وہدایت کی راہ میں کارآمد بناتے ہیں۔

۲۔ بعض مریدوں (طالبعلموں) کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں ان کی مرغوبات سے نکالنے میں جلدی نہیں کرتے شیخ کامل کی صحبت کی برکت ان کی توجہ، قوت، ہمت و اعانت سے وہ ایک مدت میں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہوتی ہیں باطمینان وبتدریج خود برے اخلاق وعادات چھوڑ کر پاکیزہ اخلاق وعادات اختیار کرتا ہے، یہ طریقہ سب سے زیادہ قریب، آسان وبہتر ہے۔[1]

قادری صوفیاء کرام کے اصول ہائے تعلیم وتربیت

صوفیائے قادریہ نے اپنے اصول ہائے تعلیم وتربیت کو قرآن وسنت کے مطابق قائم کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تعلیم و تربیت کے بنیادی طور پر پانچ اصول قائم کئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہی بقیہ قادری صوفیائے کرام نے اپنا مطمع نظر بنا کر ان کے تحت مخلوقِ خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ بعض صوفیاءِ کرام علیہم الرحمۃ نے دیگر اصولوں کو بھی اختیار کیا ہے لیکن وہ اصول بھی وہی ہیں جن کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مختلف اوقات میں اپنایا ہے۔

پہلا اصول

تمام علوم میں سے عظیم ترین علم وہ ہے جو آدمی کو باری تعالیٰ کا قرب نصیب کرے اور اس کی رضا حاصل کرنے میں اس کا معاون ہو۔[2] حضرت شیخ محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ کا معلم ومربی کے لئے پہلا اصول جسے آپؒ نے بیان فرمایا ہے:

”اولھا ان یکون عالما بمایامر و ینھیٰ۔“[3]

(پہلی شرط: اس چیز کا عالم ہونا ہے جس کے متعلق امر اور نہی کر رہا ہے۔)

معلم ومربی کو چاہیئے کہ جس علم کی تعلیم دے رہا ہو اس کا خود بھی عالم ہو، اس کے ساتھ ساتھ اس کی نیت اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا سے وابستہ ہو۔ وہ تمام حرکات وسکنات اور اقوال وافعال میں خوفِ خدا کی صفت کے ساتھ موصوف رہے، کیونکہ وہ ان علوم وفہوم اور حواس کا امین ہے جو اس میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔

---

[1] زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، (الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)، مقصد اول، باب دوم، ص: ۶۰

[2] الاخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس، امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم (۳۸۴ھ – ۴۵۶ھ)، مترجم: ڈاکٹر عبدالرحمٰن یوسف، (لجنۃ المساجد، گوجرانوالہ، ط اول، اگست ۲۰۰۴ء)، باب ۳، ص: ۴۵

[3] غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مترجم: مولانا راغب رحمانی دھلوی، (نفیس اکیڈیمی، کراچی، مئی ۱۹۸۹ء)، ساتواں باب، ص: ۱/ ۱۴۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

دوسرا اصول

”والثانی ان یکون قصدہ وجہ اللّٰہ و اعزاز دین اللّٰہ و اعلآء کلمۃ اللّٰہ و امرہ دون الریا والسمعۃ والحمیۃ لنفسہ و انما ینصر و یوفق و یزول بہ المنکر اذا کان صادقا مخلصا قال اللّٰہ تعالیٰ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ[1] و قال اللّٰہ تعالیٰ إِنَّ اللَّہَ مَعَ الَّذِینَ اتَّقَوْا وَالَّذِینَ ھُمْ مُحْسِنُونَ[2] فاذا تقی الشرک و ترک نظر الخلق فی انکارہ و احسن العمل باخلاصہٖ فی ذلک کان الظفر لہ وان کان غیر ذلک کان لہ الخذلان والصغار والذلۃ والمھانۃ و بقآء المنکر علیٰ حالہ بل زیادتہ و نفاقہ و ضراوۃ اھل المعاصی و اتفاق شیاطین الانس والجن علیٰ مخالفۃ اللّٰہ تعالیٰ و ترک طاعتہ و ارتکاب المحرمات۔“[3]

(دوسرا اصول: مصلح کی نیت اللہ کی رضا کی ہو کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اسلام سربلند ہو اور اللہ کا قانون بالا رہے، ریاکاری، شہرت اور نام و نمود کی نیت نہ ہو۔ ایسے شخص کی تبلیغ مؤثر ہوتی ہے اور اسے توفیق دی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ بُری باتیں ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ صادق اور مخلص ہوتا ہے۔ فرمایا: اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔ فرمایا: اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے اور مخلصوں کے ساتھ ہے پھر جب وہ شرک سے بچے گا اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو بُرے کاموں سے روک دے گا اور پر خلوص عمل کرے گا تو کامیابی اس کے قدم چومے گی ورنہ رسوائی اور ذلت کے سوا رکھا کیا ہے۔ تبلیغ کے باوجود بھی بُری بات قائم رہے گی بلکہ اس میں اور زیادتی ہو جائے گی اور گنہ گار و جرائم پیشہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اور کتوں کی طرح اس کی طرف لپک کر جائیں گے اور شیطان خواہ وہ انسان ہوں یا جن اللہ تعالیٰ کی مخالفت، ترک طاعت اور ارتکاب معاصی پر متحدہ محاذ قائم کرلیں گے۔)

معلم و مربی کو مریدوں (طالب علموں) کی تربیت کے لئے جو طریقہ اختیار کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ جب کسی مرید (طالب علم) کی تربیت کرے تو محض لوجہ اللہ اس کی تربیت کرے نہ کہ کسی دنیاوی غرض سے یا اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے چاہئے کہ اسے ہمیشہ نصیحت کرتا رہے اور اسے نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے جب وہ عاجز ہو جائے تو اس سے نرمی کرے اور زیادہ ریاضت میں نہ ڈالے۔ اس کے ماں باپ کی طرح اس پر مہربان رہے۔ اسے محنت شاقہ میں جس کی وہ برداشت نہ کرسکے نہ ڈالے۔ بلکہ حکمت عملی سے کام لے۔ ابتداء میں آسانی سے کام لے اور سہل سہل باتیں بتائے اور ہر گناہ و معصیت اور والدین کی نافرمانی سے بچنے کا اس سے عہد لے اور پھر مشکلات کو اس پر پیش کرے۔ کیوں کہ گناہ مصیبت سے بچنے کا عہد لینا احادیث نبوی سے ثابت ہے جن کے ذکر کرنے کی ہم یہاں ضرورت نہیں سمجھتے۔[4]

---

[1] القرآن، سورۃمحمد:۴۷ / ۷

[2] القرآن، سورۃالنحل: ۱۶ / ۱۲۸

[3] غنیۃ الطالبین، ساتواں باب، ص:۱/۱۴۱

[4] قلائد الجواہر، علامہ محمد بن یحییٰ تاذفیؒ، مترجم: علامہ محمد عبد الستار قادری، (شبیر برادرز، لاہور، ط ن، مارچ ۲۰۰۶ء)، ص:۵۶،۵۵

معلم کے آداب میں یہ امر شامل ہے کہ وہ دنیا کی اغراض سے دور رہے۔ جیسے مال و جاہ کی محبت، ریاکاری، شہرت پسندی، خدمت پسندی اور اپنے ہمعصر لوگوں پر تقدم اور برتری حاصل کرنا وغیرہ۔[1] اسی طرح معلم کو چاہیئے کہ اپنے طلباء سے مال یا خدمت وغیرہ کی طمع نہ رکھے۔[2]

ریاکاری، شہرت اور نام و نمود کی طلب انسان کو تباہی کے گڑھے میں گرانے کے لیے کافی ہے۔ جس عمل میں ریاکاری اور شہرت کی طلب یا نیت آجائے وہ عمل اپنے اندر روحانی تاثیر نہیں رکھتا۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

"وہ شخص سخت احمق ہے جو علم حق کو چھوڑ کر علم باطل، رشوت، ریا، خود پسندی اور حرص و ہوا کو اختیار کرتا ہے۔"[3]

ریاکاری سے اخلاص کی دولت ختم ہو جاتی ہے۔ ریاکاری اور شہرت کے لیے ابلیس عابدوں اور زاہدوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ تم اللہ والے ہو۔ اپنے نیک اعمال کو لوگوں پر ظاہر کرو تا کہ لوگ تمہارے مرید اور معتقد بنیں۔ اور تمہاری پیروی کر کے ہدایت کی راہ بھی پائیں اور تم اللہ والے بھی کہلاؤ۔ اس طرح ان عابدوں اور زاہدوں کی نیتیں فاسد ہو جاتی ہیں اور ان کا عمل باعث ثواب ہونے کے بجائے باعثِ عذاب بن جاتا ہے۔[4] اس لیے ایک معلم و مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ریاکاری، نام و نمود اور شہرت کی طلب جیسے ناسور کو اپنے باطن سے نکال کر خالصتاً لوجہ اللہ تعلیمی و تربیتی عمل کو جاری و ساری رکھے۔

تعلیم و تربیت میں اخلاص کو جہاں صوفیاء قادریہ کے ہاں اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہاں قرآنی نکتہ نظر سے بھی اسے خصوصی حیثیت حاصل ہے جتنا اعمال میں اخلاص ہو گا اتنی ہی عمل میں تاثیر ہو گی قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔"[5]

(جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔)

تیسرا اصول

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا تیسرا اصولِ تعلیم و تربیت "محبت، پیار اور شفقت" ہے۔ یہ اصول بہت اہم ہے، اس کی وجہ سے کثیر الجہتی فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم، امام بدرالدین ابراہیم بن سعداللہ بن جماعۃ الکنانی، مترجم: لجنۃ المصنفین لاہور، (بیت العلوم، انار کلی، لاہور، ۲۰۰۴ء)، ص:۳۶

[2] ایضاً، ص:۳۶

[3] امیر الکونین، حضرت سلطان باہوؒ، مرتب: محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی، (شبیر برادرز، لاہور، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / مئی ۲۰۰۷ء)، ص:۱۳۴

[4] http//: abualsarmad.com, 22 November 2024.

[5] القرآن، سورۃ النحل:١٦ / ٩٧

"والثالث ان یکون امره و نهیه باللین والتردد للا بالفطاظة والغلظة بل بالرفق والنصح والشفقة علی اخیه کیف وافق عدوه الشیطن اللعین الذی قد استولیٰ علیٰ عقله و ذین له معصیة ربه و مخالفة امره یرید بذلک اهلاکه و ادخاله النار کما قال الله تعالیٰ اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ[1] و قال الله تعالیٰ لنبیهﷺ فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَا نۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ[2] و قال تعالیٰ لموسیٰ و هارون حین بعثهما الی فرعون فَقُوۡلَا لَہٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی[3] و قال النبیﷺ[4] فی حدیث اسامة لا ینبغی لاحد ان یامر بالمعروف و ینهیٰ عن المنکر حتیٰ یکون فیه ثلث خصال عالما بما یامر عالما بما ینهیٰ رفیقا فیما یامر رفیقا فیما ینهیٰ۔"[5]

(تیسری شرط: محبت و پیار اور مشفقانہ انداز میں سمجھانا ہے سخت و درشت انداز اختیار نہ کیا جائے بلکہ محبت سے بھرپور خیر خواہانہ اور مشفقانہ لہجہ منتخب کیا جائے اور اس پر غور کرنا چاہیئے کہ انسان نے اپنے دشمن شیطان کی کس طرح اطاعت قبول کر لی ہے اور اس کی عقل پر شیطان لعین کس طرح چھا گیا ہے اور اس نے گناہ کو کیسے اچھے رنگوں میں اس کے سامنے رکھ دیئے ہیں اور اللہ کی مخالفت کو کیسے کیسے دل خوش کن و پر فریب رویوں میں پیش کرتا ہے تاکہ اسے ہلاک کر دے اور جہنم کا کندہ بنا دے۔ فرمایا: شیطان اپنی جماعت کو اسی لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہو جائیں اور اپنے نبی کے بارے میں فرمایا: اللہ کی مہربانی سے آپ ان پر نرم بن گئے اور اگر آپ درشت و سنگدل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: اس سے نرم لہجہ میں بات کرنا، تاکہ وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔ حدیث اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نبی ﷺ نے فرمایا: تبلیغ انسان کو زیب نہیں دیتی جب تک اس میں تین باتیں نہ پائی جائیں، جو باتیں بتا رہا ہے ان کا عالم ہو، جن سے روک رہا ہے ان کا عالم ہو اور تبلیغ کا انداز مشفقانہ ہو۔)

محبت، پیار اور شفقت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ دلوں کو مسخر کرنے کے لیے یہ صفات اپنائی جائیں تو اس کے دور رس نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

"خوب یاد رکھو کہ علم کے معنیٰ ہیں جاننا۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم کسبی ہے اور ایک علم مکاشفہ ہے۔ علم کسبی سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور علم مکاشفہ عمل سے حاصل ہوتا ہے اور عمل حاصل کرنے کے لئے

---

[1] القرآن، سورۃالفاطر:۳۵ / ۶

[2] القرآن، سورۃال عمران: ۳ / ۱۵۹

[3] القرآن، سورۃطه:۲۰ / ۴۴

[4] غنیۃ الطالبین، ساتواں باب، ص:۱/ ۱۳۹

[5] ایضاً، ص:۱/ ۱۴۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اطاعت یعنی تابعداری، خدمت، عجز و انکساری، ادب، اخلاق اور یہ ساری کی ساری دولت صرف پیار و محبت سے حاصل ہو گی۔"[1]

جس شخص کی عادات میں پیار و محبت اور شفقت کی جیسی صفات ہوں وہ فطرتاً نرم دل ہو جاتا ہے۔ اور جو نرم دل ہو، اپنے مخاطبین کے ساتھ نرم دلی والا رویہ اختیار کرے تو لازماً اس کے نتائج بہتر ثابت ہوں گے۔ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"دیکھو! نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہر گز حاصل نہیں ہو سکتے جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔"[2]

تعلیم و تربیت کو عملاً انجام دینے میں محبت، پیار اور شفقت کا بڑا دخل ہے۔ معلم و مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف خود تعلیم و تربیت کے امور میں شوق و جذبہ رکھتا ہو اور پیار و محبت سے اپنے طالب علموں کو درسِ آگہی و تعمیر سیرت کرتا ہو بلکہ جو افراد اس کے زیر تربیت ہیں ان کو بھی شوق دلائے اور ان کے دلوں میں بھی جذبہ محبت پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ تعلیم و تربیت کا عمل خشک و سخت محسوس نہ ہو۔ تعلیم و تربیت کے عمل کو شیریں بیانی کے ساتھ لوگوں کو بتائے خوش اخلاق و خندہ روئی سے علم اور اعمال ہائے تربیت پیش کرے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کو اپنے لئے اس میں نمونہ سمجھے جس کے متعلق اللہ رب العزت قرآن میں فرماتا ہے:" وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ"[3](اے پیغمبر ﷺ! بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔)

چوتھا اصول

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا بیان کردہ چوتھا اصول صبر، سنجیدگی، قوتِ برداشت، عاجزی و انکساری، خواہشات سے احتراز، مضبوط دل اور نرم طبع، طبیب و حکیم اور پیشوا اور ہمناء ہونا ہے۔ اس اصول کے متعلق آپؒ فرماتے ہیں:

"الرابع ان یکون صبورا حلیما حمولا متواضعا زائل الھویٰ قوی القلب لین الجانب طبیبا یداوی مریضا حکیما یداوی مجنونا اما ماھادیا قال اللہ تعالیٰ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا[4] علی احتمال الاذیٰ من قومھم علی نصرۃ عین اللہ و اعزازہ والقیام معہ فجعلھم ائمۃ ھداۃ اطبآء الدین قادۃ المؤمنین و قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ لقمان وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ[5] ان ذٰلک متنزھا۔"[6]

---

[1] انوارِ ایوب، پیر سلطان محمد ایوب شکوری قادری، (آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ شکوریہ رادھا کشن، قصور، ط دوم، س ن)، ص:۸۵

[2] تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ (برکاتیہ)، محمد صادق قصوری، (زاویہ پبلشرز، لاہور، ط اول، ۲۰۰۴ء)، ص:۳۰۳

[3] القرآن، سورۃ القلم:۶۸ / ۴

[4] القرآن، سورۃالسجدۃ:۳۲ / ۲۴

[5] القرآن، سورۃلقمٰن: ۳۱ / ۱۷

[6] غنیۃ الطالبین، ساتواں باب، ص:۱/ ۱۴۱

(تعلیم وتربیت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ مبلغ انتہائی صابر، سنجیدہ، ایذائیں برداشت کرنے والا، عاجزی وانکساری کرنے والا، خواہشات سے بھاگنے والا، مضبوط دل والا اور نرم طبع ہو، اور بیماروں کا علاج کرنے والا طبیب ہو، دیوانوں کو اچھا کرنے والا حکیم ہو اور عوام کا پیشوا اور رہنما ہو، حق تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ان میں سے امام بنائے جو صبر وشکر کے ساتھ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، یعنی جو اللہ کے دین کی عزت وسربلندی کے لئے اپنی قوم کی اذیتیں سہتے ہیں اور دین سے گہرا لگاؤ رکھ کر تبلیغ کرتے ہیں، اللہ نے انہیں پیشوا، رہنما، اطبائے ملت اور قائدین امت بنایا ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا: اچھی بات کا حکم کیجئے، بُری بات سے روکئے اور اس راہ کی تمام تکلیفیں برداشت کریجئے بلاشبہ یہ کام بڑا پکا ہے۔)

تعلیم وتربیتِ انسانی کے لئے ضروری ہے کہ معلم ومربی صبر واستقامت کا دامن تھامے رہے اور حوصلے سے کام لے۔ اپنے فریضے میں تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مثالوں کو نمونہ عمل بنائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک طویل عرصہ اپنی قوم کی تربیت میں لگا دیا۔ جیسا کہ قرآن شاہد ہے:

" وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۔"[1]

(اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس (تعلیم و تربیت کرتے رہے۔)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مذکور بالا اصول اپنے اندر وسیع معانی کے ساتھ جامعیت رکھتی ہے۔ معلم ومربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے لیے ضروری جملہ علوم سے آگہی رکھتا ہو، تاکہ جب وہ تعلیم وتربیت دینے کے لئے عملی میدان میں قدم رکھے اسے ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ معلم ومربی کو چاہیئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی صبر واستقامت کی صفت سے متصف ہو کر اپنا تربیتی فریضہ بجالاتا رہے اور انجام ونتیجہ کا منتظر نہ رہے۔ ایک معلم ومربی کو ایسا حکیم وطبیب ہونا چاہیئے کہ وہ طالبعلموں کا نفسیات شناس ہو۔ حضرت سلطان باہوؒ مرشد یعنی معلم ومربی کے متعلق فرماتے ہیں:

"کامل مرشد وہ ہے جو طالب کے ہر حال، ہر فعل اور ہر قول سے واقف اور آگاہ ہو اور طالب کے قرب و وصال، خطرات، وکیل اور وہم سے باخبر ہو۔ اور ایسا ہوشیار ہو کہ گویا طالب کی گردن پر سوار ہے۔ چنانچہ بات بات میں دم بدم اس کی نگہداشت کرے۔"[2]

مطلب یہ ہے کہ معلم ومربی کو طالب علم کے حالات سے مکمل طور پر آگاہ رہنا چاہیئے تاکہ اس کی ہر طرح کی پریشانیوں کا بروقت مداوا کیا جاسکے۔ اگر طالب علم کی پریشانیوں کو ایک معلم ومربی نہ سمجھے گا تو طالب علم ایک ناکام زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے گا۔

---

[1] القرآن، سورۃ العنکبوت: ۲۹ / ۱۴

[2] کلید التوحید (کلاں)، حضرت سلطان باہوؒ، مرتب: محمد شکیل اعوان صابری چشتی، شبیر برادرز، لاہور، رجب ۱۴۲۸ھ)، ص:۷۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

پانچواں اصول

ہمارے معاشرے کی خرابی کی ایک وجہ عمل سے دوری ہے۔ ایسے معلمین و مربیین بھی ہیں جو دعوت تو عمل کی دے رہے ہیں لیکن خود عمل کی دنیا سے دور ہیں۔ دعویٰ تو مربی ہونے کا کرتے ہیں لیکن خود تربیت سے عاری ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تعلیمی و تربیتی پانچواں اصول معلم و مربی کا خود "عامل" ہونا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"عما ینھیٰ عنه و غیر متلطخ به لئلا یکون لھم تسلق فیکون عندالله مذمر ما ملاما قال الله تعالیٰ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔"[1] و قال النبیﷺ فی حدیث ان بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه رایت لیلة اسریٰ فی رجالا تقرض شفاھھم بالمقاریض فقلت من ھٰولآء یا جبریل قال علیه الصلوٰۃ والسلام خطبآء امتک الذین یامرون الناس و ینسون انفسھم وھم یتلون الکتاب[2] قال الشاعر: لا تنة عن خلق و تاتی مثله+ عار علیک اذا اتیت عظیم و قال قتادة رضی الله تعالیٰ عنه ذکرلنا ان فی التورٰۃ مکتوبا ان ابن اٰدم یذکرنی و ینسانی و یدعوا الیّ و یفر منی و باطل ماترھبون و اراد بذٰلک عزوجل من یامر[3] بالمعروف و ینھیٰ عن المنکر و یترک نفسه وھو جل و علا اعلم بذٰلک۔"[4]

(پانچویں شرط یہ ہے کہ مبلغ جو باتیں بتارہا ہے ان پر عامل ہو اور جن سے روک رہا ہے ان سے خود بھی بچتا ہو ان میں لتھڑا ہوا نہ ہو تاکہ لوگوں کی سند نہ بنے اور اللہ کے نزدیک قابلِ مذمت و ملامت نہ ہو۔ فرمایا: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے اور حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات میں کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں میں نے پوچھا: جبرئیل! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کیا کرتے تھے اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے تھے حالانکہ قرآن حکیم پڑھتے تھے ایک شاعر کہتا ہے: جو کام تو خود کرتا ہو اس سے لوگوں کو نہ روک۔ تیرے لئے تو وہ کام کرنا موجبِ ننگِ عظیم ہے) قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ تورات میں ہے: اے فرزند آدم! تو لوگوں کو تو میرا ڈر یاد دلاتا ہے مگر خود مجھے بھول جاتا ہے لوگوں کو تو میری طرف بلاتا ہے لیکن خود مجھ سے بھاگتا ہے اس طرح تیرا ڈرنا بے کار ہے۔ اس سے مبلغ و واعظ حضرات ہی مراد ہیں حق تعالیٰ شانہ مبلغ کو جانتا ہے۔)

---

[1] القرآن، سورۃالبقرۃ:۲ / ۴۴

[2] صحیح ابن حبان، علامه امیر علاء الدین بن بلبان الفارسی(المتوفی: ۷۳۹ھ)، دار التاصیل، مرکز البحوث و تقنیة المعلومات، قاھرہ، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۳۵ھ)،کتاب الوحی، رقم الحدیث:۵۳

[3] غنیۃ الطالبین، ساتواں باب، ص:۱/ ۱۴۰

[4] ایضاً، ص:۱/ ۱۴۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

معلم و مربی کو خود شائستہ، اور با عمل ہونا چاہیئے۔ معلم و مربی کس قدر تہذیب یافتہ ہے اسے یہ چیز اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہیئے۔ اس بات پر زور دیتے ہوئے حضرت سلطان باہوؒ لکھتے ہیں:

"مرشد کو لازم ہے کہ پہلے اپنا مرشد ہونا ثابت کرے۔"[1]

قادری صوفیائے کرامؒ کا اہم اصولِ تعلیم و تربیت یہ ہے کہ ایسے شخص کو تعلیم و تربیت کا فریضہ نہیں سنبھالنا چاہیئے جو خود عمل کی دولت سے بے بہرہ ہو۔ اور نہ ہی ایسے شخص سے کبھی تعلیم حاصل کی جائے جو خود عمل نہ کرے۔ ظاہر سی بات ہے جو عمل نہیں کرتا وہ دوسروں کو عمل پر کیسے ابھار سکتا ہے۔ عمل کا تعلق تو تربیت سے ہے، اگر معلم میں عمل نہیں تو وہ تربیت میں ناقص ہوتا ہے۔ سلطان الفقراء حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

"عالمِ بے عمل کے علم سے اگر چہ صاحبِ تفسیر ہو تعلیم نہیں لینی چاہیئے کیونکہ بے عمل بے تاثیر ہے۔ خوفِ خدا نہیں رکھتا۔"[2]

بے عمل معلم و مربی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا وجود سراسر اللہ رب العزت کی نافرمانیوں میں غرق ہوتا ہے اور وہ دنیا میں مشغول ہو کر دنیا کا طالب ہو جاتا ہے، حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

"بعض عالم با عمل علم کی قید میں رہتے ہیں اور بعض نہیں رہتے۔ بس جس کسی کو علم اپنی قید میں رکھے وہ علم کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس سے علم جو کچھ کہتا ہے وہ عالم وہی اس کا حکم بجالاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز رہتا ہے۔ اور اسے باطل سے باز رکھتا ہے۔ اور حق عطا کرتا ہے۔ اور جس کو علم بے عملی کے راستہ میں مقید کرتا ہے وہ ہر گز اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتا۔ بلکہ اس کو وہی علمِ دنیا اور اہلِ دنیا کی طرف لے جاتا ہے اور تمام فسق و فجور میں گرفتار کر دیتا ہے۔"[3]

چھٹا اصول

انسان طبعاً قصوں اور کہانیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان سے متاثر ہو کر اس کا اثر جلدی قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی فطرت کے تحت قرآن مجید میں قصوں کو بطور ذریعہ تربیت ذکر فرمایا تاکہ انسان اپنے نفس کی تربیت کے لئے گزشتہ واقعات و تجربات سے سبق آموز درس حاصل کر سکے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

---

[1] امیر الکونین، حضرت سلطان باہوؒ، مرتب: محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی، (شبیر برادرز، لاہور، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / مئی ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۱۸

[2] محک الفقراء (کلاں)، حضرت سلطان باہوؒ، مترجم: ابو الطیب محمد شریف عارف نوری نقشبندی، (مکتبہ نقشبندیہ قادریہ، فاروق آباد، شیخوپورہ، س ن)، ص: ۴۲۶

[3] ایضاً، ص: ۱۱۱، ۱۱۲

" وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔"[1]

(اور ہم رسولوں کے حالات تیرے پاس اس لیے بیان کرتے ہیں کہ ان سے تیرے دل کو مضبوط کر دیں اور ان واقعات میں تیرے پاس حق بات پہنچ جائے گی اور ایمانداروں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔)

مشائخ قادریہ کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ وہ طالبین اور مریدین کی تعلیم و تربیت حکایات، قصص و واقعات کے بیان کرنے کے ذریعے کرتے رہے ہیں۔ قصص اپنے اندر وسیع معانی لیے ہوتے ہیں، ایک تو ان کے اندر درسِ عبرت ہوتا ہے اور دوسرا ان قصص کے ذریعے بندہ اپنے حال و مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنے شیخ طریقتؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

"شیخ متقیؒ کی یہ عادت تھی کہ اکثر مقصد کو قصہ اور مثال سے سمجھاتے تھے۔"[2]

ساتواں اصول

تربیت کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول نصیحت کرنا ہے۔ انسانی نفس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ نصیحت کا اثر قبول کرتا ہے۔ نصیحت کی تاثیر وجدان کے ذریعہ نفسِ انسانی پر براہِ راست اثر کرتی ہے۔ تربیت کے لئے نصیحت ایک لازمی اور ضروری عمل ہے کیونکہ انسان میں ایسے فطری رجحانات موجود ہوتے ہیں جن کو مسلسل رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کی تربیت کے لئے مستقل نصیحت کا اہتمام فرماتے تھے جو قرآنی تعلیمات کا طریق بھی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

" اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا۔"[3]

(یہ وہ لوگ ہیں اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، پس تو انہیں نظر انداز کر اور انہیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔)

قادری صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ اپنی مجالس ہمیشہ نصیحتوں کے ذریعے آباد رکھتے تھے۔ ان کی کتب ان کی نصیحتوں سے بھری پڑی ہیں۔ ان مشائخ کی کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسے اسباق حاصل ہو سکتے ہیں جو ہمارے معاشرہ کی اصلاح کے لیے رہبر کا کام دے سکتے ہیں۔ ان کی مکتوباتی، ملفوظاتی اور سوانحی کتب میں جا بجا نصیحتوں بھری عبارات ملتی ہیں جو کہ انسانی فکر کو جلا بخشنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

آٹھواں اصول

---

1 القرآن، سورۃ ہود: ۱۱ / ۱۲۰

2 زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، ص: مقصد اول، باب سوم، ص:۷۶

3 القرآن، سورۃ النساء: ۴ / ۶۳

اللہ رب العزت نے بندوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک اہم اصول "اصولِ تدریج" متعارف کروایا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس پر نبی پاک ﷺ نے عمل پیرا ہو کر عرب کے اجڈ خانہ بدوش قبائل کو اسلام کی حقیقی تڑپ عطا فرمادی۔ ان لوگوں سے نبی کریم ﷺ نے جاہلانہ حرکات کو یکسر ختم نہیں کروایا بلکہ بتدریج ان سے ان عادات کو ختم کروایا۔ انسان کی تربیت میں عادت کا بڑا اہم کردار ہے اس کی وجہ سے انسان کے بہت سے مشکل امور آسان ہوتے ہیں۔ اسلام عادت کو تربیت کے لئے ایک ذریعہ کے طور پر کام میں لاتا ہے اور خیر و اچھائی کے امور کو انسان کی عادت بنا دیتا ہے تاکہ اس کی انجام دہی میں انسان کے لئے مشقت و تکلیف نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت عرب میں جب اسلام طلوع ہوا تو اسلام نے عرب کے معاشرے میں پھیلی ہوئی بری عادات کے تدارک کے لئے دو طریقے اختیار کیے ایک تو یہ کہ بعض بری عادات کو فوراً ختم کرنے کی کوشش جیسے شرک و بت پرستی اور بعض عادات کو تدریجاً ختم کیا جیسے شراب پینا، چوری کرنا وغیرہ اور اسلام نے یہ درس دیا ہے کہ اگر تم آس پاس کے ماحول کی تربیت کرنا چاہتے ہو اور برے ماحول کا تدارک ختم کرنا چاہتے ہو تو اسلام کے آئین کو اپنانے کی کوشش کرو تاکہ تعلیم و تربیت میں آسانی ہو۔ فرمانِ ربانی ہے:

" وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔"[1]

(اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔)

معلم و مربی کو چاہیئے کہ جب اپنے مرید یا طالب علم کو کوئی فن پڑھا رہا ہو یا کسی فن کی عملی تربیت دے رہا ہو تو جب تک طالبعلم اس فن میں طاق نہ ہو جائے تب تک آگے کے اسباق نہ دے۔ علامہ ابن حزم اندلسیؒ رقم طراز ہیں:

"جو شخص طبعی طور پر کسی علم کی طرف مائل ہو، اگرچہ وہ دیگر علوم سے کم تر ہی کیوں نہ ہو، اسے کسی دوسرے علم میں مشغول نہیں ہونا چاہیے، ورنہ وہ "اندلس" کے علاقے میں ناریل اور "ہندوستان" میں زیتون کاشت کرنے والے کی طرح ہوگا۔"[2]

شیخ عبدالوہاب متقیؒ[3] کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ طریقتؒ[4] کا طالبوں اور مریدوں کی تربیت و ارشاد کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مرید کو بظاہر جس کام میں وہ لگا ہوتا اس سے نہیں ہٹاتے بلکہ اسے اسی حالت پر رہنے دیتے خود اس کی باطنی اصلاح و تربیت میں منہمک ہو جاتے اور ہمہ

---

[1] القرآن، سورۃ الاحزاب: ۳۳ / ۳۶

[2] الاخلاق والسیرفی مداواۃ النفوس، باب ۳ ، ص: ۴۴

[3] آپؒ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے سلسلہ قادریہ میں پیر و مرشد ہیں۔ آپؒ کا پورا نام شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان متقی قادری شاذلی مدنی، چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد جونپور سے تعلق رکھتے تھے، آپ برہان پور میں پیدا ہوئے۔ مکۃ المکرمہ میں بود و باش اختیار کی، وہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

[4] شیخ محمد سخاوی قادری و شاذلی مکی رحمۃ اللہ علیہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

تن اس کی تربیت وسلوک کی طرف متوجہ رہتے تھے اس کو اس امر کی خبر بھی نہ ہوتی تھی ایک مدت کے بعد اس کو بدیہی وحسی طور پر معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس مرتبہ ومقام پر پہنچا ہوا ہے جس پر وہ پہلے نہ تھا۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بیان ہے کہ اسی طرح فقیر ان کی خدمت میں رہا۔ دو برس تک ہرگز یہ معلوم نہ ہو سکا کہ موصوف کو اس فقیر کی طرف توجہ بھی ہے کیونکہ ذکر و شغل، مجاہدہ وریاضت وغیرہ کی قسم سے کوئی بات نہیں بتائی تھی پہلے سے جو اس فقیر کے معمولات تھے انہی پر عمل کرتا تھا اکثر اوقات جس بات کے لئے کہتے وہ اپنی تصانیف کے نقل ومقابلہ کے لئے کہتے تھے اس فقیر کا خیال تھا کہ شیخ دینی کام نکال رہے ہیں حالانکہ وہ میرے کام اور میری اصلاح وتربیت میں مصروف تھے، دو سال بعد اپنی آنکھوں سے کھلم کھلا دیکھا کہ ہم اس مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں پہلے نہ تھے اور اب ہمیں وہ مقام ومرتبہ حاصل ہے جو اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ تھا۔[1]

نواں اصول

ایک معلم ومربی کو اپنی سوچ اور اپنے مزاج کو وسیع رکھنا چاہیئے تاکہ طلبہ اس کے سامنے آزادانہ طور پر علمی معاملات پر بحث ومباحثہ کر سکیں اور اس کے ساتھ ہی معلم ومربی کو چاہیئے کہ طلبہ کو تحقیق کی طرف راغب کرے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"علم کی بنیاد بحث اور تحقیق پر ہے۔"[2]

دسواں اصول

طلبہ کو آسان انداز میں بات سمجھانی چاہیئے تاکہ وہ علم ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، جب تک آسانی کا اصول پیشِ نظر نہیں رہے گا تب تک تعلیم وتربیت کا عمل بیکار رہے گا۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے متعلق لکھا ہے:

"آپؒ مشکل سے مشکل مسائل کو بھی اس آسان طریقے سے بیان کرتے کہ سننے والے کو اس کے مطالب و معانی کی سمجھ آجاتی۔"[3]

قادری صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ کا اپنے مریدین وطالبین کو علم منتقل کرنے کا اسلوب تسہیل کے اسلوب پر استوار تھا۔ معلم ومربی کو چاہیئے کہ تعلیم کے لئے آسان اسلوب اختیار کرے اور بات سمجھانے میں مشفقانہ انداز اختیار کرے خصوصاً جب طالب علم اپنی جودتِ طلب اور حسنِ ادب کی وجہ سے اس کا اہل ہو۔ طالب علموں کو فوائد کی طلب اور نادر وعمدہ مباحث کے یاد کرنے پر آمادہ اور راغب کیا کرے اگر وہ باصلاحیت ہو اور کوئی علمی بات پوچھے تو منع نہ کرے ورنہ اس کے دل میں نفرت اور وحشت پیدا ہو گی۔

گیارہواں اصول

---

[1] زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، ص:۵۹

[2] تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (تعارف فقہ وتصوف)، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، مترجم: محمد عبدالحکیم شرف قادری، (مکتبہ قادریہ، لاہور، ۲۰۰۰ء)، ص:۱۲۵

[3] سیرت حضرت بابا بلھے شاہؒ، محمد حسیب القادری، (اکبر بک سیلرز، لاہور، س ن)، ص:۳۴

تعلیم و تربیت کا عمل بغیر مقصد کے کامیاب نہیں ہو سکتا، بغیر مقصد کے تعلیم و تربیت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے اندھیرے میں شکار سمجھ کر شکار کی طرف تیر پھینکا ہو۔ خواجہ محمد عبد المجید احمد پیر آف دیول شریف رقم طراز ہیں:

> ”مردانِ خدا کی کوئی بات خالی از مقصد دین نہیں ہوتی۔ ان کا مریدوں پر فیضِ نظر تربیت دین کے لیے اور اشاعتِ دین کے لیے ہوتا ہے تاکہ مریدین عقیدت صالحانہ کے ساتھ تربیت پا کر صرف اللہ کے بندے ہو جائیں اور اپنی مستعار زندگی کو صرف رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے عبادات و معاملات کی صحیح پابندی کریں اور اسلامی تعلیمات کو اپنی عارفانہ تبلیغ کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں اور اشاعت دین کے فرائض انجام دیں۔ سالکانِ راہ حقیقت کے اعمال مبنی بر شریعت ہوتے ہیں ان کی تعمیلی نتائج کے اعتبار سے جو نتیجہ بھی مرتب ہو گا وہ اشاعتِ دین ہو گا۔“[1]

ایک معلم و مربی کے لیے ان اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر طلبہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ خاطر خواہ نتائج بر آمد ہو سکیں۔

نتائج

اصولوں کے بغیر قائم کیا گیا تعلیمی و تربیتی نظام کبھی بھی دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا۔ قادری صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ نے تعلیم و تربیت کے ذریعے اخلاقِ حسنہ کے حصول کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے تعلیم و تربیت کے عمل کو زودِ اثر بنانے کے لیے پانچ اصول متعین فرمائے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعین کردہ پانچ اصولوں کے علاوہ دیگر قادری صوفیاء کرام نے چھ مزید اصول بھی ذکر کیے ہے۔ اگر ان سبھی اصولوں کو تعلیمی و تربیتی عمل میں ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو تعلیمی و تربیتی عمل کامیابی سے ہمکنار ہونے کے ساتھ ساتھ بہتر تعلیمی و تربیتی نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

---

1 تفسیر تصوف (ابن محمد عبد اللہ دیولی القادری)، خواجہ محمد عبد المجید احمد، (آستانہ عالیہ قادریہ پیر دیول شریف، مورگاہ، راولپنڈی، ط سوم، دسمبر ۱۹۹۲ء)، باب اکیسواں، ص: ۲۲۷